سورہ بقرہ میں بیان کردہ حضرت ابراہیم کے واقعات کی صوفیانہ تفسیر کا تجزیاتی مطالعہ
(تفسیر نعیمی کا اختصاصی مطالعہ)

An Analytical Study of the Sufi Tafsir of the Events of Prophet Ibrahim Narrated in Surah Baqarah (Specific Study of Tafseer Naimi)

Mufti Atta Ur Rehman
M.Phil Scholar, Islamic Studies Department, Institute of Southern Punjab, Multan
Email: attaurrahmanqadri494@gmail.com
Dr.Hafiz.M.Mudassar Shafique
Assistant Professor, Faculty of Social Sciences
Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore
Email: drmudassar@lgu.edu.pk
Dr Farhan Akhtar
PhD Islamic Studies, Department of Islamic Studies, The University of Faisalabad
Email: farhan35859@gmail.com

ABSTRACT
Islam is not just a theoretical religion but it is a complete code of life in such a way that Islam covers all aspects of life and Islam is the only religion acceptable to Allah. Allah sent His prophets at different times to convey His messages to the people. The last link in this chain is Hazrat Muhammad, peace be upon him and one of the purposes of sending the Prophet Muhammad is to purify the soul. Apart from this, by looking at the collection of hadiths, we find many hadiths about purification, charity and asceticism. The part of Shariat which is related to the inner actions is Sufism and the part which is related to the outer actions is called Fiqh. Its subject, refinement of morals and purpose, is the pleasure of God and the means of attaining it is to follow the orders of the Shari'ah completely as if Sufism is the name of the soul or perfection of religion. Therefore, Sufism is not absolutely against religion and Shari'ah rather it is necessary for every Muslim to become a Sufi. The painters of the practical picture of the universality of Islam are the scholars of Islam who also discussed the esoteric aspects of Islam whether it was related to interpretations of the Qur'an or the hadiths of Muhammad (PBUH). The tree of Sufism in the subcontinent has been watered by the sweat of thousands of Sufis. Mufti Ahmed Yar Khan Naimi is a very important person in this regard whose knowledge contributed to the basic knowledge of the subcontinent. He has interpreted the Qur'an in a very sophisticated manner in which the Sufi commentary on each verse and related topic has been described which is the specialty of his commentary.

Keywords: Sufi commentary, Tafseeri style of Mufti Ahmed Yar Khan Naimi, Hazrat Ibrahim, Analytical study

مفسر مفتی احمد یار خان نعیمی کا تعارف:

حضرت مفتی احمد یار نعیمی عالم اسلام کی ایک عظیم اور مقتدر شخصیت کا نام ہے وہ ایک مایاناز مفسر، محدث، مفکر، مورخ اور مفتی ہیں۔ انہوں نے اپنے فکر و فن اور تالیف و تصنیف سے نہ صرف اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ بعد میں آنے والے زمانے کو بھی متاثر کیا۔ ان کے دامن تربیت سے فیض یاب ہو کر بڑے بڑے علماء نکلے جنہوں نے اپنے حدود میں مذہب و ملت کی گراں قدر خدمات انجام دیں. شہر بدایوں یو پی کا ضلع ہے اس شہر بدایوں کے ریلوے اسٹیشن سے 13 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی اجھیانی ہے اس مقام پر یکم مارچ 1894 بمطابق چار جمادی الاول1314 ہجری بروز جمعرات وقت صبح صادق قبلہ احمد یار خان کی ولادت ہوئی([1])منظور خان نام رکھا گیا ہے مگر اس نام سے شہرت نہ ملی احمد یار خان نعیمی کے نام سے مشہور ہوئے۔ حکیم الامت نے پہلا فتویٰ 1913 میں دیا جب آپ کی عمر 19 سال کی تھی۔ 1957 تک فتویٰ کی خدمات سرانجام دیں افسوسناک بات یہ ہے کہ آپ کے دیے گئے فتوؤں کو کسی نے جمع نہ کیا ورنہ فتاویٰ رضویہ کی طرح ایک اور وسیع و عظیم انسائیکلوپیڈیا آج موجود ہوتا لوگوں کی علمی سیرابی کا سامان کرتا۔ فتاویٰ پر ایک مشتمل کتاب باعنوان فتاوی نعیمیہ آج کل دستیاب ہے اور اس کتاب کے مرتب جناب محمد عارف فرماتے ہیں کہ کافی تعداد میں فتاویٰ اکٹھے ہوئے ایک صاحب کو وہ اتنے پسند آئے کہ وہ ساتھ لے کر گئے لیکن غائب ہو گیا حالانکہ وہ شائع کروانا چاہتے تھے کچھ مدت بعد ایک ذخیرہ پھر جمع کیا گیا اور صاحب حیلے بہانے سے لے گئے ان کا پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے۔۔[2] فتاویٰ نعیمیہ جو حکیم الامت کا اپنا ہے صرف مکتبہ اسلامیہ لاہور سے ہی شائع ہوا ہے جس میں 127 فتوے ہیں اور کل صفحہ 224 ہیں اور جو فتاوی پانچ جلدوں میں ہے وہ حکیم الامت کے صاحبزادے کی محنت و تصنیف ہے یہ کتابت چار جلدوں میں ہے جو ضیا القران پبلیکیشن لاہور سے جبکہ پانچویں جلد نعیمیہ کتب خانہ گجرات کی شائع کردہ ہے۔ [3]()۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں تفسیر نعیمی اور جاء الحق کو کافی پذیرائی ملی۔

تصوف کا بیان:

انگریز زبان میں تصوف کو Mysticism کا نام دیا گیا جو اگرچہ ان کی اپنی بنائی ہوئی اصطلاح ہے اور تصوف کی حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں تعریف ذکر کی جاتی ہے

Mysticism: The belief that knowledge of God and real truth can be found though reason and the senses: Eastern Mysticism[4]

"یعنی تصوف اس بات کا یقین کہ اللہ کی ذات کا علم اور حقیقی سچائی منطق اور حواس کے ذریعے سے حاصل کی جا سکتی ہے اور یہ علم مشرقی تصوف ہے

مولانا وحید الدین نے تصوف کا لغوی تعریف یوں بیان کیا ہے:

تصوف باب تفعل کا مصدر ہے تصوف صوفی بننا، صوفیوں کی طرح رہنا، ان جیسے اخلاق اختیار کرنا، ایک سلوکی طریقہ جس کا مدار زندگی کی سادگی، چال چلن اخلاق اور روحانی بلندی پر ہوتا ہے علم و تصوف مخصوص اصولوں کا مجموعہ، جن پر اہل تصوف یقین رکھتے ہیں اور وہ مخصوص آداب حیات جن کے وہ انہی خلوت و جلوت میں حاصل ہوتے ہیں[5]

صوفی کی وجہ تسمیہ

سوال یہ ہے کہ صوفی کو صوفی کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ اور یہ نام تاریخ میں کیوں استعمال ہونا شروع ہوا؟ ان سوالات کے جواب کے لیے مختلف لوگوں کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ صوفی کی وجہ تسمیہ کے حوالے سے چند اقوال درج ذیل ہیں۔ ابن تیمیہ سے جب صوفی کی اصطلاح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جہاں تک صوفیاء کی اصطلاح کا تعلق ہے تو یہ پہلی تین صدیوں میں مشہور نہیں تھے بلکہ اس کے بارے میں گفتگو اس کے بعد والے زمانہ میں شروع ہوئی۔ جبکہ یہ بھی منقول ہے کہ بعض ائمہ و شیوخ جس میں امام احمد بن حنبل اور ابو سلیمان الدرانی وغیرہ نے اس کے متعلق گفتگو کی ہے اسی طرح سفیان ثوری اور حسن بصری کے ہاں بھی اس لفظ کا ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے اس کے متعلق کلام کیا ہے۔[6] امام ابو القاسم القشیری نے اپنی مشہور کتاب "القشیریہ" میں صوفی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں چار اقوال ذکر کیے ہیں جن میں سے تین غلط اور ایک درست قرار دیا ہے۔ امام قشیری نے جن اقوال کو غلط قرار دیا ان میں صفہ، صفا اور صف کی طرف صوفی کی نسبت ہے البتہ صوفی کی صوف کی طرف نسبت کو درست قرار دیا اسی ضمن میں لکھتے ہیں عربی زبان کی رو سے اس نام کی اصل شہادت نہ قیاس سے ملتی ہے نہ اشتقاق سے، واضح امر تو یہی ہے کہ یہ نام لقب کی طرح ہے اب رہے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ لفظ صوف اور تصوف سے نکلا ہے کیونکہ عربی میں جب کوئی صوف کا لباس پہنے تو اس کے لیے تصوف کا لفظ بولتے ہیں جس طرح قمیض کے لیے تقمص کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کے اشتقاق کی ایک وجہ یہ سکتی ہے۔ مگر ان لوگوں کا مخصوص لباس صوف نہ تھا[7] تصوف کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے پروفیسر یٰسین مظہر اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ تصوف کی تعریف میں ایک ہزار سے زیادہ اقوال ہیں۔ لیکن عربی مقولے ہے کے مطابق ان کی عبارتیں مختلف ہیں حقیقت ایک ہے۔ اصل مقصد تصوف و طریقت یہ ہے کہ اللہ سے خالص تعلق قائم کر کے اپنی روح و اندرون کا تزکیہ کیا جائے جسے

عرفان حقیقت ملے اور یہ عرفان حقیقت کلی طور سے دین و شریعت کے تابع ہو اور اس تعلق کو اللہ کے ذریعے تزکیہ اور روح وذہن ایمان واسلام کی وجود میں ہو[8]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء میں سے ایک ہیں۔ آپ کا مقام و مرتبہ انبیاء میں ایک خاص حیثیت کا حامل ہے۔ جد الانبیاء کا لقب بھی آپ کو دیا گیا ہے۔ تمام ادیان اور مذاہب کے پیروکار ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں۔ مشرکین مکہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ بھی ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اس آرٹیکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف واقعات جو کہ سورہ بقرہ میں بیان کیے گئے ہیں ان سب کو زیر بحث لایا جائے گا جو کہ درج ذیل ہیں:

- مقام ابراہیم علیہ السلام کا مصلیٰ ہونا اور مکہ کو شہر امن قرار دینا
- حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ
- مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے سے متعلق اللہ سے آپ کا مکالمہ

مقام ابراہیم کا مصلیٰ ہونا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقام ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو مصلیٰ کہا ہے۔ جب لوگ مشرق اور مغرب سے کعبہ میں آنا شروع ہوئے اور اس جگہ کو عبادت اور امن کی جگہ قرار دیا گیا اور دنیا کے تمام نمازیوں کے لیے قبلہ بنایا تو جس شخص نے اس کعبہ کی تعمیر کی تو اللہ نے اس کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مصلیٰ قرار دیا۔ جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے:

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْناً وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ([9])

"اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لئے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا، اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنا لو، اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک (صاف) کر دو۔"

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنائیں تو اوپر بیان کردہ یہ آیت نازل ہوئی"[10]

اس حدیث میں یہ واضح ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو مصلیٰ کہنے سے مراد اور اصل بیان یہاں نماز کی ادائیگی کا حکم ہے اور یہ سب عزت واحترام اس پتھر کو اس لیے حاصل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ جیسا کہ امام بخاری کی روایت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پتھروں کو جوڑتے تھے جب کعبہ کی عمارت بلند ہو گئی تو اس پتھر کو لائے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے رکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پہ کھڑے ہو کر بنانے لگے۔ [11] تو یہاں ایک بات واضح ہوئی کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کے حکم سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک انبیاء کا مقام کس قدر بلند ہے اور آثار انبیاء سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے مفتی احمد یار لکھتے ہیں کہ بزرگوں کی چیزوں کی تعظیم کرنا اور اس سے برکت لینا قران کریم سے ثابت ہے اور ساری امت کا اس پر عمل مقام ابراہیم ایک پتھر ہے۔ اس کی یہ تعظیم صرف اس لیے نہیں ہے کہ وہ جنتی ہے بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس پر قدم جلیل القدر انبیاء میں سے ایک اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑے ہیں اس لیے زمانہ ابراہیمی سے اس کی وہ تعظیم نہ ہوتی تھی جو اب ہے۔ اس لیے قران نے اس پتھر کو مقام ابراہیم کہا نہ کہ جنت کا پتھر۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس پتھر کی تعظیم و توقیر اس لیے ہے کہ وہ ابراہیم کا جائے قیام ہے۔[12] اب اس کے ساتھ ہی اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس گھر کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا کہ میرے اس گھر کو گندگیوں اور غلاظتوں سے پاک اور صاف رکھنا تاکہ اس میں طواف کرنے والے اور اعتکاف کرنے والے اور نماز پڑھنے والے آسانی سے بے تکلف یہ عبادت ادا کر سکیں۔ کیونکہ یہ جگہ انہی لوگوں کے لیے ہے۔ جیسا کہ حکم ہوا:

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْناً وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ[13]

"اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لئے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا، اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنالو، اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک (صاف) کر دو۔"

مفتی احمد یار نے یہاں تفسیر کرتے ہوئے دل کو کعبہ قرار دیا ہے جس کو ہر طرح کی گندگی سے پاک رکھنے کا حکم ہے اس کو آباد کرنے والے کو حکم ہے کہ اس کعبہ یعنی قلب کو تمام چیزوں سے پاک کر دے یہاں نور الٰہی اعتکاف کریں اور اسرار رحمانی یہاں تک پہنچیں۔ جو بندہ اس درجے تک پہنچ گیا وہی در حقیقت رب کا ساجد ہے۔ (14) مفتی صاحب تفسیر روح البیان کے لحاظ سے لکھتے ہیں کہ صوفیاء کے ہاں کعبہ میں جانے کا وہی حقدار ہے جس کا دل سلامت، زبان سچی، ہاتھ صاف اور فرج پاک ہو۔ گندے دل، جھوٹی زبان، گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہاتھ، زانی شرمگاہیں پلیدی اور گندگیاں ہیں جس سے کعبہ کو پاک صاف رکھو۔ (15) یہاں مفتی صاحب انسان کے دل کو کعبہ قرار دیتے ہوئے آیت سے یہی استدلال کر رہے ہیں کہ جیسے کعبہ کو تمام قسم کی غلاظتوں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح انسانی قلب کو بھی دنیا کے تمام غلاظتوں اور قلبی غلاظتوں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ جس میں زبان کی کڑواہٹ اور غیبت سے بھری ہوئی زندگی کے پہلو ہیں اور زنا سے لتھڑے ہوئے نفس شامل ہیں۔ تو اگر اللہ کا قرب چاہتے ہو تو اپنے دل کو ان تمام امراض سے پاک رکھنا ہوگا۔ مزید مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ کعبہ کے پاس مقام ابراہیم یعنی روح کی تجلی گاہ بھی ہے۔ اے طالبان حق تم اس پر مشاہدہ انوار الٰہیہ اور ذوق و شوق کی حقیقی نماز ادا کرو اور ہم نے حکم دیا ہے کہ اس کعبہ یعنی قلب کو شیطانی وسوسوں اور شہوانی خیالات سے پاک صاف رکھو۔ (16) اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا طلب کی جب حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو آپ نے مکہ کی بے آب و گیاں وادی میں چھوڑ کر جا رہے تھے تو اس شہر کو امن والا بنا دے اور رزق کے پھل پیدا فرما۔ مفتی صاحب اس کی تفسیر میں کچھ یوں لکھتے ہیں قلب کعبہ ہے اور سینہ زمین کا حرم اور باقی وزنی قوتیں وہاں کے باشندے اور نفسانی صفات اور شیطانی وسواس جو دشمن ہیں تو دعا یہ کی گئی کہ مولا کعبہ قلب کو حرم یعنی سینہ کو امن والا مدینہ بنا دے۔ جہاں کے رہنے والی قوتیں شیطان اور نفس محفوظ رہیں اور ان میں سے جو اللہ کی توحید اور معاش کا قائل ہو کر مومن بن جائے اسے روحانی معارف اور حکمت پھل عطا فرما۔ (17)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (18)

"اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو دونوں دعا کر رہے تھے) کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما لے، بیشک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

اس آیت میں واضح ہے کہ ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کعبہ کی دیواریں بناتے تھے کہ حضرت ابراہیم تو یہ نفس نفیس چن رہے تھے حضرت اسماعیل گارہ اور پتھر دیتے تھے اور نہایت عجز و انکساری سے دعا کرتے جاتے تھے کہ الٰہی ہماری اس

کوشش کو قبول فرما۔ اس سے متعلق مفتی صاحب لکھتے ہیں قلبی اور روحانی بنیادیں ہر انسان میں فطرتاً موجود ہیں یہ قلب بیت اللہ ہے اس کو بنانے والا شیخ طریقت اور تعلیم مدد دینے والا عالم شریعت ہے تو شریعت کو شیخ کے حوالے کرتا ہے جس کو شیخ طریقت کے ہونے سے جوڑ کر اس پر تصوف کی عمارت قائم کرتے ہیں جس میں تجلی ربانی پڑتی ہے اور یہی قلب نفس اور سارے اعضاء کا قبلہ اور سجدہ گاہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور یہ حضرات اس محنت کے وقت رب سے دعائیں قبولیت کرتے ہیں کہ مولا تیرے بندے کو تیری بارگاہ تک لانا ہمارا کام تھا اور ان کو قبول فرمانا تیرا کام ہے۔ جیسا کہ بغیر معمار ظاہری گھر کی تعمیر نہیں ہو سکتی ویسے ہے شیخ اور عالم دین کے روحانی گھر بننا ناممکن ہے۔[19] یہاں پر مفتی صاحب نے شیخ طریقت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ اللہ کے گھر کو بنا رہے ہیں اور عالم شریعت سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو شریعت یعنی گارہ، مٹی اپنے شیخ کے حوالے کرتے ہیں۔ اب یہ شیخ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کام ہے کہ طریقت اور شریعت کے ملاپ سے تیار کردہ گارہ سے کعبہ یعنی قلب کی مرمت کریں جب قلب تیار ہو جائے تو پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کر کے اس قلب کی ہدایت روحانی کے لیے دعا کریں کہ پروردگار میری بارگاہ میں اس حالت میں لانا ہمارا کام تھا اب اس میں روحانیت کی روشنی پیدا کرنا تیرا کام ہے اور شیخ طریقت کا یہی معمول ہوتا ہے کہ قلب کی روحانی تربیت کر کے تیار کرتے ہیں اور یوں بارگاہ الٰہی میں پیش کر دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا

پہلے اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کعبۃ اللہ بنانے کی گفتگو بیان کی اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس مکہ شہر کے لیے امن کا گہوارہ بنانے کی دعا کی۔ اہل کتاب بیت اللہ اور مکہ معظمہ کی حرمت کے قائل نہ تھے اس لیے پچھلی آیت میں اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جان فشانی اور محنت کا ذکر کرتے ہوئے کعبہ اور مکہ مکرمہ کی عزت اور حرمت کا ذکر کیا تاکہ اہل کتاب بھی اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے طور پر قبول کر لیں اور انہی دعاؤں کے مسلسل احکامات میں اب ایک نئی دعا کا ذکر کیا گیا کہ مکہ میں اہل مکہ میں سے ایک عظیم رسول بھیجے جس کا ذکر سورہ بقرہ میں کچھ یوں ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ[20]

"اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔"

اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد جس کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے وہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہیں۔اور صرف یہی نبی ہیں جو مکہ میں شریف لائے اور یہاں پر عمر گزاری۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا ان سے ایک ایسا نور نکلا تھا جس سے ان کے لیے شام کے محلات روشن ہوگئے تھے."([21])

اور یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ ہی کے لیے کی تھی اور انہی میں سے ایک عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرما۔دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ اہل مکہ میں سے ہوگا تو اہل مکہ اس کی پیدائش، تربیت اور نشو نما سے خوب واقف ہوں گے اس کے صدق اس کی امانت و دیانت یہاں تک کہ زندگی کے ایک ایک گوشہ ان پر عیاں اور بیاں ہوگا پھر ان کی رسالت کو تسلیم کرنے کے لیے خود ان کی زندگی میں سے قرائن اور دلائل ملیں گے۔

جس کا ذکر قران پاک میں ان الفاظ میں بھی ملتا ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ([22])

"بیشک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔"

مفتی صاحب اس کی صوفیانہ تفسیر لکھتے ہیں کہ اگر گھر میں سب کچھ ہو مگر روشنی نہ ہو تو کوئی بھی اس گھر سے نفع حاصل نہیں کر سکتا ساری متاع ابراہیمی ان کے بھرے گھر کا سامان ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس گھر کا نور اس لیے کعبۃ اللہ کو بیت اللہ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو نور اللہ کہتے ہیں۔حضرت خلیل نے سب کچھ بنا کر اس نور کی دعا کی جس سے ظاہر و باطن چمکے اور عالم میں شریعت اور طریقت کا نظام قائم رہے اب بھی وہی نور بذریعہ اولیاء کاملین ہر دل تک پہنچ رہا ہے۔اگر انسان عبادت اور ریاضت کا سارا سامان جمع کرے اور شیخ ہاتھ نہ پکڑے تو وہ اس سے فائدہ نہیں پا سکتا اس بیابان دنیا میں ایسے محافظ رہبر کی ضرورت ہے جو ہماری دولت ایمانی کو شیطانی ڈاکو سے بچا کر اصل مقصود تک پہنچا دے۔([23]) مفتی صاحب صوفیا کرام کی آراء لکھتے ہیں: کہ ان کے نزدیک ظاہری روشنی بہت قسم کی ہوتی ہے چراغ کی بھی روشنی، بجلی اور گیس کی بھی روشنی، چاند تاروں کی بھی روشنی مگر ان روشنیوں میں سے کوئی بھی رات کو رفع نہیں کر سکتی مگر سورج کی روشنی وہ ہے جو رات کو رفع کر دیتی ہے، دن بنا دیتی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کسی روشنی کی ضرورت نہیں اور سورج کے نکلتے ہی اسمانی تارے چاند زمین چراغ سب بجھ جاتے ہیں۔ایسے ہی سارے انبیاء نور تھے ہمارے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سورج ہیں۔جن کے آنے پر سارے چراغ گل ہو گئے دن

چڑھ آیا۔([24]) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کعبۃ اللہ کی تعمیر کے محلات میں کئی پہلو آشکار ہوتے ہیں جیسا کہ :

کعبۃ اللہ کو دل کے مشابہ قرار دینا

مفتی صاحب نے دل کو کعبۃ اللہ قرار دیتے ہوئے وہی تمام پہلو جو کعبہ کی صفائی ستھرائی مقام عظمت کے لیے ضروری ہیں وہی اسی طرح دل کے تمام اعضاء میں وہی مقام حاصل ہے۔ دل کو اسی طرح صاف ستھرا پاکیزہ، جھوٹ، فرج کی ناپاکی جیسی تمام غلاظتوں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

مقام ابراہیم کی تعظیم سے بزرگوں کی عزت واحترام پر استدلال

جس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چڑھ کر کعبۃ اللہ کی تعمیر کی اللہ نے اسے نماز کا مصلیٰ قرار دیا اور نبی کی نسبت کی بدولت اسے آج عظمت و تکریم ملی ہے حالانکہ پہلے نہ تھی اور جنتی پتھر بھی تھا۔ لیکن یہ مقام اس پتھر کو صرف اور صرف نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء پر تھا۔ اس طرح آج ان بزرگان دین یا اولیاء سے نسبت رکھنے والی چیزوں کی تعظیم کرنا ثابت ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم کی مدد کرنا

حضرت اسماعیل کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد محترم کی مدد کرتے ہیں جس کو مفتی صاحب نے تفسیریوں کی ہے: کہ کعبہ کی مثال دل کی ہے اس کو بنانے والا شیخ طریقت جبکہ مدد کرنے والا عالم شریعت ہے تو شریعت کو شیخ طریقت کے حوالے کرنا اور دونوں علوم کے ملاپ سے تیار ہونے والی کعبہ یعنی دل کی عمارت کیسی ہوگی جس پر اللہ کی تجلی پڑتی ہے اور پھر شیخ طریقت کا عالم شریعت کو تیار کر کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور اس کے حوالے کر دینا یہی تعمیر کعبہ کا سبق حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکہ میں نبی کے مبعوث ہونے کی دعا

حضرت ابراہیم کی دعا سے متعلق جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے تھی مفتی صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کی مانند جبکہ باقی انبیاء کو چاند ستاروں کی مانند قرار دیتے ہیں۔ لیکن رات کی تاریکی خاتمہ در حقیقت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا صدقہ ہے اور اسی نور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آج بھی دنیا میں روشنی ہے اور یہ نور اولیاء کاملین کی بدولت منور ہے اور لوگ اس سے اس طرح استفادہ کر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور نمرود کا مکالمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سامنا نمرود کے ساتھ ہوا اور نمرود نے آپ کو جب اپنے دربار میں بلایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات اور صفات پر دلائل پیش کرنے کی توفیق عطا کی۔ انہوں نے کافر کے شبہات کا قلع قمع کیا لیکن اس واقعے کی وضاحت سے قبل اور اس کی صوفیانہ تفسیر بیان کرنے سے پہلے نمرود کا تعارف اور اس مباحثے کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ یہ نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا۔ یہی پہلا بادشاہ ہے جس نے تاج پہنا، رعایا پر ظلم کیا، خدائی کا دعوی کیا اور سارے جہاں کی بادشاہت یہ عمر آٹھ سو سال پائی۔ چار سو سال عزت کے ساتھ اور چار سو سال مچھر کی وجہ سے پٹ کٹ کر۔ اس کا پایہ تخت بابل تھا۔([25])امام رازی بیان کرتے ہیں کہ یہ مناظرہ ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا جب آپ پر آگ گلزار ہوگئی تب اس نے پوچھا کہ آپ کا رب کون ہے؟ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو. ([26]) امام طبری بھی یہی جملے تحریر کرتے ہیں. ([27])سورہ بقرہ میں اس مناظرے کو بیان کیا گیا ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ([28])

"(اے حبیب!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی ابراہیم (علیہ السلام) سے (خود) اپنے رب (ہی) کے بارے میں جھگڑا کرنے لگا، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ (بھی) کرتا ہے اور مارتا (بھی) ہے، تو (جواباً) کہنے لگا: میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: بیشک اللہ سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے تُو اسے مغرب کی طرف سے نکال لا! سو وہ کافر دہشت زدہ ہو گیا، اور اللہ ظالم قوم کو حق کی راہ نہیں دکھاتا۔"

امام طبری لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نکال کر بادشاہ کے سامنے جب پیش کیا گیا اس سے پہلے وہ بادشاہ کے سامنے پیش نہیں ہوئے تھے بادشاہ نے ان سے بات کی اور پوچھا تمہارا رب کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس نے چار آدمیوں کو بلایا اور ان کا کھانا پینا بند کر دیا جب بھوک سے مرنے لگے تو دو آدمیوں کو کھلایا اور پلایا وہ زندہ رہے اور باقی دو کو بدستور بھوکا رکھا وہ مر گئے۔ حضرت ابراہیم نے جانا کہ اس کو اپنی سلطنت میں اقتدار حاصل ہے اور وہ اس طرح کے کام کر سکتا ہے تب انہوں نے کہا کہ بے شک میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور تو اس کو مغرب سے نکال۔ یہ سن کر وہ حیران ہوا اور لاجواب ہو گیا اس نے کہا یہ شخص مجنوں ہے اس کو لے جاؤ اور کیا تم نے

نہیں دیکھا اس نے تمہارے خداؤں پر جرات کی اور انہیں توڑ دیا اور اگ اس کو جلا نہیں سکتی۔ اور نمرود کو یہ ڈر تھا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے رسوا ہو جائے گا۔ پھر اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نکالنے کا حکم دیا۔[29] مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں کہ اگرچہ اللہ ان دونوں کا رب تھا مگر رب ابراہیم کی عزت افزائی کے لیے اپنی ذات کی نسبت ان کی طرف کی کیونکہ ابراہیم حق تعالی کی ربوبیت کے مدعی تھے اور نمرود اپنی خدائی کا۔ صوفیاء کے مشرف میں حق تعالی خصوصی رب صرف ابراہیم کا ہی ہے نمرود کا نہیں. اللہ کی ربوبیت عام ساری خلق کے لیے ہے یعنی پرورش جسم اور جسمانی روزیاں دینا مگر ربوبیت خاصہ یعنی روحانی پرورش اور روحانی روزیاں دینا صرف مومنوں سے خاص۔ جیسے جسمانی ربوبیت بندوں کے توسل سے ظاہر ہوتی ہے یوں ہی روحانی ربوبیت حضرات انبیاء اولیاء کی توسل سے حاصل ہوتی ہے ایمان و عرفان الہی کے ذریعے سے ملتا ہے۔ چونکہ نمرود خلیل سے دور رہا اس لیے رب کی خصوصی ربوبیت سے حصہ نہ پا سکا یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ رب تعالی کو اچھوں کی طرف نسبت کرنا اچھا ہے۔ یہ نہ کہو اے ابو جہل کے رب، بلکہ یوں کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب۔ یہ نہ کہو گھروں کے رب، یوں کہو اے کعبہ کے رب۔ [30] مفتی احمد یار تفسیر روح البیان کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ طلب کمال انسانی فطرت کا تقاضا ہے ہر ایک کمال کی طرف دوڑتا ہے پھر طالبین کا مال دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کی رب تائید فرماتا ہے اور قدرت دستگیری کرتی ہے۔ دوسرے وہ جو اپنے نفس کے قبضے میں ہیں تائید ربانی ان کے شامل حال نہیں یعنی جس قدر غنا بڑھتی ہے اس قدر ہوس کی آگ زیادہ بھڑکتی ہے یہاں تک کہ سلاطین کو شکست دے کر رب العالمین سے مقابلہ کرتا ہے اور **"انا ربکم الاعلیٰ"** دم بھرتا ہے۔[31]

جیسا کہ نمرود کا حال ہوا جتنا اس کا کمال بڑھا طغیان میں زیادتی ہوئی مگر وہ طالبین جو قبض قدرت میں ہیں اور تائید ربانی اس کے شامل حال ہے ان کے ہاتھوں میں کسی پیغمبر نائب پیغمبر عالم دین یا شیخ طریقت کا دامن ہے وہ ماسوائے اللہ سے بچنے کے کمال کو جانتے ہیں اولاً ہر چیز کو رب کی دلیل سمجھ کر اس کا مشاہدہ کرتے ہیں پھر اپنی ذات وجود کو واجب الوجوب میں فنا اور قطرہ ہستی کو بحر میں گم کر دیتے ہیں وہ بجائے "انا احی وامیتا" کے یہ کہتے ہیں "ماضی الوجود الا اللہ" ان کا شیخ نمرود نفس کے دماغ پر الا اللہ کی ہتھوڑوں سے یہاں کوٹتا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لا کر طاغوت وجود ماسوائے اللہ کا انکار کر بیٹھتا ہے مگر رب تعالی مشرکین کو اس میدان میں نہیں آنے دیتا۔ شرک ظلم میں عظیم ہے عاقل کو چاہیے کہ دوئی کے شرک سے بچے اور زیادتی مال و متاع سے دھوکہ نہ کھائے۔[32] مزید مفتی صاحب ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان مٹی سے بنا ہے اور مٹی کی تین خصوصیات ہیں ایک یہ کہ وہ طبع نیچے گرتی ہے دوسرا یہ کہ اگر کوئی پھینکنے والا اسے اوپر پھینکے تو اس کی طاقت سے اوپر جاتی ہے۔ تیسرا اگر اس کو اوپر روکنے

والی کوئی چیز نہ ہو تو نیچے لوٹ آتی ہے۔ یہی انسان کی حالت ہے کہ وہ جب اپنی رائے سے ترقی کرتا ہے تو نیچے ہی گرتا ہے اور اسے کمال جانتا ہے۔ ہاں روحانیت والے شیخ کی مدد سے ترقی کرتے ہیں لیکن اگر فیض ربانی سامنے حال نہ ہو تو پھر گر جاتا ہے ورنہ کمال کو پہنچتا ہے۔[33]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حیات بعد الموت کا ذکر

سورہ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کافی جگہ پر آیا ہے اور تین مختلف طرز کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک واقعہ حیات بعد الموت کے مشاہدے کا بھی ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ انہیں دکھایا جائے کہ اللہ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال دوبارہ زندہ جانے کی کیفیت کا مشاہدہ کرنے سے متعلق تھا۔

جس کا ذکر قرآن پاک میں کچھ یوں ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَى وَلَكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[34]

"اور (وہ واقعہ بھی یاد کریں) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: میرے رب! مجھے دکھادے کہ تُو مُردوں کو کس طرح زندہ فرماتا ہے؟ ارشاد ہوا: کیا تم یقین نہیں رکھتے؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں (یقین رکھتا ہوں) لیکن (چاہتا ہوں کہ) میرے دل کو بھی خوب سکون نصیب ہو جائے، ارشاد فرمایا: سو تم چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنی طرف مانوس کر لو پھر (انہیں ذبح کر کے) ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے، اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔"

اس آیت کی تفصیل ابن جریر کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک راستے سے گزر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ راستے میں ایک مردہ گدھا پڑا ہے جس کا گوشت نوچ نوچ کر درندے اور پرندے کھا رہے ہیں جب درندے چلے گئے اور پرندے بھی اڑ گئے اور اس مردہ گدھے کی صرف ہڈیاں باقی بچ گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعجب ہوا وہ کہنے لگے: اے میرے رب؛ مجھے یقین ہے تو اس گدھے کو ان درندوں اور پرندوں کے پیٹوں سے جمع کرے گا۔ اے میرے رب! تو مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ نے فرمایا کیا آپ کو اس پر ایمان نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں. لیکن خبر معائنہ کی طرح نہیں ہے.[35] قرآن مجید میں جن چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے ٹکڑے کرنے کا بیان ہے ابن جریر کے مطابق وہ یہ تھے۔ مور، مرغ، کوا اور کبوتر۔[36] علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں کبوتر کی جگہ گدھ کا ذکر ہے[37] تفسیر نعیمی نے بھی خزائن اور عرفان کے حوالے سے چار پرندوں کا ذکر کیا ہے تو اس میں کبوتر یا گدھ کے الفاظ استعمال کیے تین باقی تینوں بالترتیب مرغ ہوا اور کوا ہی ہیں۔[38]

مفتی احمد یار تفسیر روح المعانی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ جہالت قلب کی موت اور علم اس کی زندگی ہے: جسم گویا قفس ہے جس میں چار غیبی پرندے قید ہیں۔ عقل، قلب، نفس اور روح۔ حیات چاہنے والے کو چاہیے کہ باب ملکوت پر عقل کو محبت کی چھری سے ذبح کرے اور جبروت کے دروازے پر قلب کو شوق کے چھری سے، میدان فردیت میں نفس کو عشق کی چھری سے اور بارگاہ ربانی میں روح کو عجز کی چھری سے ذبح کر ڈالے۔ اور سب کے چار حصے کرے پھر عقل کو عظمت کے پہاڑ پر، قلب کو کبریائی کے پہاڑ پر، نفس کو کوہ عزت پر اور روح کو جبل جمال پر رکھے تاکہ عقل پر ربوبیت کے انوار چھا جائیں اور قلب قدسی صفات سے موصوف ہو جائے اور نفس نور عظمت سے منور ہو جائے اور روح نور الانوار اور سر الاسرار بن جائے۔ پھر ان کو سر عشق کی آواز سے پکارو تاکہ وہ تم تک جمال احدیت سے محض عبدیت تک دوڑتے ہوئے آئیں۔(39) علامہ بیضاوی بھی اس کی صوفیانہ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان چار پرندوں میں یہ اشارہ ہے کہ نفس انسانی کو حیات اس وقت حاصل ہو گی جب اپنے شہوات اور حسن و زیبائش کو ذبح کر دے جو مور کی صفت ہے۔ اور دوسروں پر حملہ کرنے کے جذبے کو فنا کر دے جو مرغ کی صفت ہے۔ اور نفس کی حساست اور گھٹیا پن کو دور کر دے جو کوے کی صفت ہے۔ اور اپنی خواہشات کو جلدی پورا کرنے کی عادت کو دور کر دے جو کبوتر کی صفت ہے۔(40)

مفتی احمد یار ان چار پرندوں کو ایک دوسری تفسیر بھی یوں کرتے ہیں کہ یہ چار پرندے چار عیوب ہیں اور یہ چاروں نفس میں موجود ہیں۔ مور میں زینت، کوے میں امید، مرغ میں شہوت اور گدھ میں حرص۔ جب تک ان چاروں عیوب کو مجاہدہ کی تلوار سے ذبح نہ کیا جائے گا قلب کو حیات مشاہدہ نہ ملے گا۔(41) مفتی صاحب صوفیاء سے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کے مطابق ہمارے عقل، دل، دماغ اور روح وہ پرندے ہیں جو دنیا میں آکر گویا مردے ہو گئے ہیں اور دنیا سے ایسے خلط ملط ہو گئے کہ ممتاز نہ رہے اور ان کی زندگی کسی ایسے کامل مرشد کی نگاہ کرم سے ہو سکتی ہے جس کی آواز صور اسرافیل کا کام دے۔ یہ چار پرندے ہمارے اندر موجود ہیں اور آواز خلیل بھی آپ ہی ہیں۔ انہیں زندگی بخش دی ہے تاقیامت یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ یا ہماری عبادات پر چار چیزیں ہیں: فرائض، واجبات، سنتیں اور مستحبات یہ چار چیزیں اگر آواز پیغمبر اور ہدایات نبی سے خالی ہیں تو مردہ ہیں اگر ادھر سے فیضان آجاوے تو زندہ ہو جاویں۔(42)

حاصل کلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مکالماتی انداز سے جو پہلو اخذ کیے گئے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

اللہ کی ربوبیت عامہ اور خاصہ

اللہ تعالی اس آیت میں اپنے آپ کو صرف ابراہیم کا رب کہنے میں کئی حکمتیں تھیں۔ حالانکہ تمام انسانوں کو پیدا کرنے والی وہی ذات ہے لیکن حق اور سچ کا ہمیشہ ساتھ دینے والوں کے ساتھ اللہ کی ذات ہوتی ہے اور حوصلہ افزائی

کرنے کے لیے اپنے بندوں کا ساتھ دینا اللہ کی شان ہے اور جو اس معاملے میں اس کے مقابلے میں آئے اس سے لا تعلقی کا اظہار فرماتا ہے۔ جسمانی معاملات میں اللہ یکسانیت کا اظہار کرتا ہے لیکن روحانی معاملات میں وہ اپنے نیک اور صالح بندوں کے ساتھ ہے۔ اور ایسے حالات میں جو لوگ بھی حزب اللہ کے ساتھ ہوں گے یقیناً اس کی نسبت بھی ربوبیت خاصہ میں ہو گی۔

طالبین کمال کی دو اقسام

ان دو اقسام میں ایک وہ لوگ جو تائید ربانی میں ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسرے جو اپنے نفس کے قبضے میں ہوتے ہیں تائید ربانی میں رہنے والوں کی قدرت مدد کرتی ہے ان کا ساتھ دیتی ہے۔ جبکہ نفس کے قبضہ میں رہنے والوں کو کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تائید ربانی کے خواہش مند احباب کو اللہ کسی پیغمبر یا نائب یا کسی بھی شیخ طریقت کے ہاتھوں میں جوڑے رکھتا ہے جو ان کے نفس کے قبضے میں جانے سے روکتے ہیں۔ بلکہ یہ احباب نفس کے قبضے میں رہنے والے احباب کو چھڑواتے رہتے ہیں۔ یہ "الا اللہ" کے علاوہ تمام معاملات کو چھوڑ کر تائید ربانی کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

پرندوں کی مثال عیوب نفس کی مانند

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار پرندے ذبح کر کے حیات بعد الموت کے مشاہدے سے روشناس کروایا گیا مفتی صاحب نے صوفیانہ تفسیر کے طور پر ان چار پرندوں کو عقل، قلب، نفس اور روح قرار دیا ہے۔ اگر حیات حقیقی چاہتے ہو تو جہنم کے ان چاروں پرندوں کو مختلف انداز میں یا تو قتل کرنا ہو گا یا پھر ان کی اصلاح کرنا ہو گی تاکہ یہ تمام اللہ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو سکیں اور جب ان کو بلایا جائے تو یہ سرشار ہو کر اپنی عبدیت کے لباس میں مالک کی طرف دوڑتے چلے جائیں۔

خلاصہ بحث:

ا۔ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا کہ میرے اس گھر کو گندگیوں اور غلاظتوں سے پاک اور صاف رکھنا تاکہ اس میں طواف کرنے والے اور اعتکاف کرنے والے اور نماز پڑھنے والے آسانی سے بے تکلف یہ عبادت ادا کر سکیں مفتی احمد یار نے اس پہلو کی تفسیر کرتے ہوئے دل کو کعبہ قرار دیا ہے جس کو ہر طرح کی گندگی سے پاک رکھنے کا حکم ہے جس کا دل سلامت، زبان سچی، ہاتھ صاف اور فرج پاک ہو۔ گندے دل، جھوٹی زبان، گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہاتھ، زانی شرمگاہیں پلیدی اور گندگیاں ہیں جس سے کعبہ کو پاک صاف رکھو۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ ہی کے لیے دعا کی تھی کہ انہی میں سے ایک عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرما۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ اہل مکہ میں سے ہوگا تو اہل مکہ اس کی پیدائش، تربیت اور نشوونما سے خوب واقف ہوں گے اس کی صوفیانہ وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہین کہ اگر گھر میں سب کچھ ہو مگر روشنی نہ ہو تو کوئی بھی اس گھر سے نفع حاصل نہیں کر سکتا ساری متاع ابراہیمی ان کے بھرے گھر کا سامان ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس گھر کا نور اس لیے کعبۃ اللہ کو بیت اللہ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو نور اللہ کہتے ہیں۔ حضرت خلیل نے سب کچھ بنا کر اس نور کی دعا کی جس سے ظاہر و باطن چمکے اور عالم میں شریعت اور طریقت کا نظام قائم رہے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سامنا نمرود کے ساتھ ہوا اور نمرود نے آپ کو جب اپنے دربار میں بلایا اور اللہ تعالی نے آپ کو اپنی ذات اور صفات پر دلائل پیش کرنے کی توفیق عطا کی تو اگرچہ اللہ ان دونوں کا رب تھا مگر رب ابراہیم کی عزت افزائی کے لیے اپنی ذات کی نسبت ان کی طرف کی کیونکہ ابراہیم حق تعالی کی ربوبیت کے مدعی تھے اور نمرود اپنی خدائی کا۔ صوفیاء کے مشرف میں حق تعالی خصوصی رب صرف ابراہیم کا ہی ہے نمرود کا نہیں۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ انہیں دکھایا جائے کہ اللہ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ تو اس کی صوفیانہ تفسیر بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہین کہ ہمارے عقل، دل، دماغ اور روح وہ پرندے ہیں جو دنیا میں آکر گویا مردے ہوگئے ہیں اور دنیا سے ایسے خلط ملط ہوگئے کہ ممتاز نہ رہے اور ان کی زندگی کسی ایسے کامل مرشد کی نگاہ کرم سے ہو سکتی ہے جس کی آواز صور اسرافیل کا کام دے۔

حوالہ جات

[1] ۔صدیقی، بلال احمد، شیخ، حالات زندگی، 2004، ص:176

[2] نعیمی، احمدیار، مفتی، سفرنامہ گجرات، نعیمی کتب خانہ، ص،3

[3] نعیمی، مفتی، عبدالحمید، حیات حکیم الامت، لاہور، نعیمی کتب خانہ، 2011، ص:37

Oxford Advance learner,s dictionary, Oxford university Press, New York, 2003, p: 842[4]

[5] کیروانی، وحیدالزمان، قاسمی، القاموس الوحید، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2001ء، 952/1

[6] ابن تیمیہ، علامہ، الصوفیہ والفقراء، مصر، المدنی الموسسۃ السعودیہ، ص:77

[7] القشیری، عبدالکریم بن ھوازن، ابوالقاسم، الرسالہ القشیریہ، تحقیق: الدکتور، عبدالحلیم محمود، قاہرہ، دار المعارف 440/2

[8] صدیقی، یاسین مظہر، پروفیسر، حقیقت تصوف، موافق و مخالف نظریات کا تجزیہ، الاحسان، شاہ صفی اکیڈمی الہ اباد، شمارہ نمبر 4، مارچ 2013، ص:71

[9] البقرہ،125:2

[10] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری،1 /58، کراچی، مطبوعہ نور محمد،1381ھ۔

[11] الصحیح البخاری،1 /57

[12] احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی،1 /631،لاہور، مکتبہ اسلامیہ

[13] البقرہ،125:2

[14] احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی،1 /634،لاہور، مکتبہ اسلامیہ

[15] حقی، اسماعیل، روح البیان،1 /227 کوئٹہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ۔

[16] تفسیر نعیمی:1 /634

[17] احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی،1 /639،لاہور، مکتبہ اسلامیہ

[18] البقرہ،127:2

[19] تفسیر نعیمی،1 /467

[20] البقرہ،129:2

[21] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر،18 /252، بیروت، احیاء التراث العربی۔

[22] یونس،16:10

[23] احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی،1 /657،لاہور، مکتبہ اسلامیہ

[24] ایضاً

[25] حقی، اسماعیل، روح البیان،1 /410 کوئٹہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ۔

[26] فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر،2 /20، بیروت، متبوعہ دار الفکر1398ھ۔

[27] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر،3 /16، بیروت، احیاء التراث العربی۔

[28] البقرہ،258:2

[29] محمد بن جریر طبری، امام، جامع البیان3 /16۔18 بیروت مطبوعہ دار المعرفہ

[30] احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی،3 /61،لاہور، مکتبہ اسلامیہ

[31] النازعات۔24:79

[32] حقی اسماعیل، روح البیان،1 /417، کوئٹہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ۔

[33] تفسیر نعیمی:3 /66

[34] البقرہ،260:2

[35] محمد بن جریر طبری، امام، جامع البیان3 /33 بیروت مطبوعہ دار المعرفہ

[36] جامع البیان 1/ 35

[37] بیضاوی، عبداللہ بن عمر، قاضی، انوار التنزیل، ص60: مصر، مطبوعہ دار فردس

[38] مراد آبادی، محمد نعیم الدین، خزائن العرفان، ص92، کراچی المدینۃ العلمیہ 2013۔

[39] آلوسی، محمد بن عبداللہ، روح المعانی، 3/ 436، بیروت، للطباعہ والنشر والتوزیع۔

[40] تفسیر بیضاوی، ص:60۔

[41] احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 3/ 57، لاہور، مکتبہ اسلامیہ

[42] احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 3/ 58، لاہور، مکتبہ اسلامیہ